تصوّرِ خدا پر تحقیق کی اہمیت

جناب احمد صدیق صاحب

تصور خدا پر تحقیق کے عنوان سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ اس تحقیق کا موضوع خدا کی ذات ہے۔ اس تحقیق کا موضوع خدا نہیں انسان کی ذات ہے اور یہ تحقیق ان تصورات کے متعلق ہے جو کہ انسان کے ذہن میں خدا کے متعلق ہوتے ہیں۔ کیونکہ انسان کے تصورات پر معروضی طریقہ سے سائنٹفک (Scientific) تحقیق کی جاسکتی ہے لہٰذا خدا کے متعلق انسان کے تصور کے موضوع پر معروضی سائنٹفک تحقیق ممکن ہے۔ یہاں پر بطور جملۂ معترضہ یہ بات بڑھا دی جائے (معروضی سائنٹفک تحقیق Objective scientific research) کی اصطلاح بہت وسیع معنوں میں استعمال کی گئی ہے۔

تصور خدا پر تحقیق کی اہمیت کو سمجھنے کے لیے دو نکات کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ پہلا نکتہ یہ ہے، خدا، رسالت اور آخرت کا تصور اسلام کے بنیادی عقائد میں شامل ہے اور اسلام میں عملی زندگی کی بنیاد انہی عقائد پر رکھی گئی ہے لہٰذا اسلام کے احیاء اور تجدید کے واسطے جو کوشش بھی کی جائے گی ان میں مندرجہ بالا تصورات سب سے زیادہ اہمیت کے حامل ہوں گے۔ اس نکتہ کے ساتھ دوسرا نکتہ جس کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ قرآن شریف کو سمجھنے کے لیے ان مخصوص حالات (concrete conditions) کو بھی سمجھنا ضروری ہے جن میں وہ تھوڑا تھوڑا نازل ہوا تھا۔ مثال کے طور پر قرآن شریف کے پہلے مخاطب عرب کے مشرکین، یہودی اور عیسائی تھے۔ قرآن شریف نے ان مخاطبین کے تصور خدا کے پیش نظر ان سے بحث کی ہے۔ اس کی دعوت اور طرز استدلال کو سمجھنے کے لیے ان مخاطبین کے تصور کو بھی نظروں کے سامنے رکھنا ضروری ہے۔ مزید یہ کہ قرآن شریف کی دعوت کو اور اس کے اسلوب کو سمجھ کر آج کل

کے حالات پر منطبق کرنا ہو تو جن لوگوں کو خطاب کیا جائے ان کے تصورات کا جائزہ لینا اور ان کے تصورات کے مطابق ان سے کلام کرنا ضروری ہوگا۔ مثال کے طور پر سب سے پہلے خود آج کل کے مسلمانوں سے خطاب کرنا ہے تو صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس بات کا جائزہ لیا جائے کہ ان کے ذہنوں میں خدا کا کیا تصور ہے۔ ایک عمومی نظر ڈالنے ہی سے اس بات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اگر بعض مسلمان جن کا تصور خدا عین قرآن مجید کے تصور خدا کے مطابق ہے تو بہت سے مسلمان ایسے بھی ہیں کہ خدا کو ماننے کے باوجود ان کا تصور خدا قرآن مجید کے تصور خدا سے مختلف ہے۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ جو لوگ بہ ظاہر خدا پر پوری طرح یقین نہیں رکھتے جو Agnostics کہلاتے ہیں۔ یا خدا کا انکار کرتے ہیں جنھیں atheists کہا جاتا ہے وہ بھی خدا کے درحقیقت تصور سے خالی الذہن نہیں ہوتے بلکہ ان کے ہاں بھی خدا کا کچھ نہ کچھ تصور ضرور رہتا ہے۔ اب اگر مسلمانوں میں ان تصورات کی تصدیق اور تائید کرنی ہو جو قرآن مجید کی تعلیم کے مطابق ہیں اور ان تصورات کی اصلاح کرنی ہو جو قرآن شریف کی تعلیم سے مختلف ہیں تو ان تصورات کا جائزہ لینا ہوگا جو ان لوگوں کے ذہن میں ہیں اور جائزہ پوری صحت کے ساتھ لینا ضروری ہے تاکہ ان سے صحیح طور پر خطاب کیا جا سکے۔ اگر ان تصورات کو صحت کے ساتھ پیش نظر نہ رکھا جائے تو ان سے صحیح طور پر کلام بھی نہیں کیا جا سکے گا اور افہام و تفہیم کے بجائے اور پیچیدگیاں پیدا ہو جائیں گی۔

اسی طرح یہودیوں اور عیسائیوں کا معاملہ ہے۔ قرآن مجید نے اس زمانہ کے یہودیوں اور عیسائیوں سے ان کے تصورات کے مطابق خطاب کیا تھا۔ مگر آج کل یورپ، اسرائیل اور دوسری جگہوں کے یہودیوں اور عیسائی علماء کا انداز نظر دوسرا ہے اور ان کے تصورات پرانے زمانہ کے عرب کے یہودیوں اور عیسائیوں سے مختلف ہیں۔ لہٰذا موجودہ دور کے یہودیوں اور عیسائیوں سے خطاب کرنے کے لیے ان کے تصورات کا جائزہ لینا اور ان کے پیش نظر خطاب کرنا ضروری ہے۔ مثلاً مغرب میں اور مشرق کے تعلیم یافتہ لوگوں میں کائنات کے متعلق دنیوی سائنٹفک نقطہ نظر یعنی (secular scientific world view) مقبول ہوگیا ہے اس میں خدا کو اگر رد نہیں کیا جاتا تو وہ شک اور شبہ سے بالاتر بھی نہیں سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح بعض لوگوں نے مارکس اور لینن کا جدلی مادیت Dialectical materialism) کا فلسفہ قبول کر لیا ہے جس میں خدا کو بالکل رد کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ جو لوگ خدا پر شک کرتے ہیں یا خدا کو رد کر دیتے ہیں ان کے ذہن بھی

تصورِ خدا سے بالکلیہ خالی نہیں ہوتے ان کے ذہن میں خدا کا جو تصور ہوتا ہے اسے پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ یہاں اس بات پر بھی توجہ کرنا چاہیے کہ ہم نے اوپر مسلمان، یہودی اور secular scientific دنیوی سائنٹفک نقطۂ نظر رکھنے والے لوگوں کے درجہ (categories) بیان کی ہیں وہ بالکل الگ الگ نہیں ہیں ہوسکتا ہے کہ ایک مسلمان کے ذہن میں کچھ تصورات اسلام کے ہوں اور کچھ تصورات میں وہ دنیوی سائنٹفک نقطۂ نظر اختیار کر رکھا ہو یا ایک یہودی یا عیسائی کے تصور میں بعض مذہبی عناصر کے ساتھ مارکسی (Marxist) عناصر بھی موجود ہوں۔ ان کے تصورات کا جائزہ لینے کے لیے ان کی مذہبی کتابوں اور سائنس یا مارکسی فلسفہ کی کتابوں کا جائزہ لینا ہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ ان کی نفسیات اور ذہنی رجحانات اور تصورات کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے۔ اگر ان تصورات کا جائزہ معروضی طریقہ سے لیا جائے تو بہت سے ایسے اہم اور خدا کے مشترک عناصر ترکیبی سامنے آئیں گے جن کا خیال اور گمان بھی نہیں کیا گیا ہے۔

ہمیں بعض ان مذاہب کے لوگوں سے بھی سابقہ در پیش آرہا ہے جن سے قرآن مجید نے براہ راست خطاب نہیں کیا ہے کیونکہ وہ عرب میں موجود نہیں تھے جیسے کہ ہندو یا بدھ یا سکھ مذہب کے ماننے والے۔ اگر قرآن مجید کی دعوت کے انداز کو سمجھ کر ان لوگوں کو دعوت دینی ہے تو یہ ضروری ہے کہ ان لوگوں کے ہاں خدا کا جو تصور ہے اس کا جائزہ لیا جائے۔ اگر جائزہ نہیں لیا جائے اور ان کے ذہن کو پڑھے بغیر دعوت کا کام شروع کر دیا جائے تو دعوت بجائے کارگر ہونے کے مزید غلط فہمیوں اور پیچیدگیوں کا باعث بن جائے گی کیونکہ جو بات ایک کہے گا دوسرا اس کو سمجھ ہی نہیں سکے گا۔ یہاں اس طرف بھی اشارہ کر دیا جائے ہندو مذہب میں خدا کا تصور بہت مبہم ہے حالانکہ دیوی دیوتا بہت سے ہیں۔ بدھ مذہب کا نام خصوصیت کے ساتھ ان مذاہب میں لیا جاتا ہے۔ جن کے اکثر فرقوں میں خدا کا تصور موجود ہی نہیں ہے مگر ان مذہب کے ماننے والوں کے ذہنی تصورات کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کے ذہن میں بھی بہت سی ایسی باتیں ہیں جو خدا کے تصور سے مماثلت رکھتی ہیں اور بہت سی ایسی باتیں ہیں جو خدا کے تصور کے منافی ہیں ان کے ذہن میں کیا بات ہے صحیح طور پر اس کا اندازہ تو ٹھوس معروضی تحقیق سے ہی ہوسکتا ہے۔ یہاں صرف یہ عرض کرنا ہے۔ اس وقت اس کام کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی گئی ہے۔

اوپر ہم نے مختلف مذاہب اور مختلف سیکولر نظریات کے ماننے والے طبقات میں

تصور خدا کا ذکر کیا ہے۔ یہاں ہم اس بات کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ آدمی کے ذہن میں اس کی عمر کے اعتبار سے بھی تصور خدا بڑھتا اور بدلتا رہتا ہے۔ ایک بچہ کے ذہن میں خدا کا وہ تصور نہیں ہوتا۔ جو ایک بالغ کے ذہن میں ہوتا ہے۔ بچوں کی تعلیم اور تربیت کرنے کے واسطے اور ان کو اسلام کے تصور خدا سے روشناس کرانے کے لیے ان کے ذہن کو پڑھنا اور اس کے مطابق تعلیم دینا ضروری ہے۔ لہٰذا بچوں کے ذہن میں تصور خدا کیا ہوتا ہے۔ اس موضوع پر بھی تحقیق ضروری ہے۔ اسلام دین فطرت ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وجدانی طور پر ہر آدمی کی فطرت میں تصور خدا موجود ہوتا ہے مگر اس پہلو سے کوئی معروضی سائنٹفک تحقیق نہیں کی گئی ہے۔ یہ تصور خدا پر تحقیق کرنے کے لیے ایک بالکل نیا میدان جس کو ابھی چھوا تک نہیں گیا ہے اگر تحقیق سے یہ معلوم ہو جائے کہ وجدانی طور پر خدا کا تصور کس طرح موجود ہوتا ہے تو اس کو اجاگر کرنے کے طریقوں پر بھی غور کیا جاسکتا ہے۔

ہم نے اوپر تصور خدا پر تحقیق کی اہمیت بیان کرتے کے لیے کچھ اشارے کیے ہیں اس قسم کی تحقیق کو تین اجزا میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(۱) کلچر کے اعتبار سے۔ (Cultural aspect)

(۲) نشوونما کے اعتبار سے۔ (Development aspect)

(۳) دین فطرت کے اعتبار سے۔

اب ہم ان میں سے ہر پہلو سے متعلق کچھ اشارے کریں گے۔

تحقیق کلچر کے اعتبار سے

کسی شخص کے ذہن میں خدا کا جو تصور ہے اس میں اس شخص کے اپنے تدبر کا بھی دخل ہو سکتا ہے۔ اور ہوتا ہے۔ قرآن شریف میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مثال بیان ہوئی ہے کہ انھوں نے اپنی قدیم روایات سے بالکل ہٹ کر خدا کا صحیح تصور خود اپنے غور و فکر اور تدبر سے قائم کیا تھا۔ ولیم جیمس نے ایک گونگے بہرے شخص ڈی اسٹرلا (D'Estrella) کی خود نوشت سوانح حیات شائع کی تھی جس نے اپنے بچپن کے تجربات تفصیل سے بیان کیے ہیں۔ اس شخص نے اپنے بچپن میں جب وہ اپنے جسمانی نقص کی وجہ سے عام آدمیوں سے زیادہ معلومات اخذ نہیں کر سکتا تھا۔ خدا کے متعلق خود سے تدبر کیا تھا۔ یہ ایک اصولی بات ہے

ورنہ عام طور پر دیکھا یہ گیا ہے کہ جو بچے ہندوؤں میں پیدا ہوتے ہیں وہ ہندو اور جو مسلمانوں میں پیدا ہوتے ہیں وہ مسلمان اور جو عیسائیوں میں پیدا ہوتے ہیں وہ عیسائی بن جاتے ہیں۔ ان کے تصورِ خدا میں اس کلچر کا بہت دخل ہوتا ہے۔ ایک کلچر میں بھی ہر آدمی کا تصورِ خدا ایک ہی سا نہیں ہوتا اس میں بھی انفرادیت پائی جاتی ہے لیکن مجموعی طور پر اس تصورِ خدا میں کلچر کے اعتبار سے بہت سے اجزا موجود ہوتے ہیں اس لیے کسی بھی کلچر کے مطابق ابھرنے والے تصورِ خدا کا مطالعہ ایک اہم موضوع ہے اور اس پر دو پہلوؤں سے تحقیق ہو سکتی ہے۔ ایک پہلو تو یہ ہے کہ اس بات کی معروضی طور پر تحقیق کی جائے کہ کسی کلچر میں تصورِ خدا کیا ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اس پہلو پر تحقیق کی جائے کوئی شخص اپنے کلچر سے اپنا تصورِ خدا کس طرح اخذ کرتا اور کس طرح تعمیہ (construct Congnitive) کرتا ہے اور اس کے واسطے کیا ذہنی حکمت عملی (strategies) استعمال کرتا ہے۔ یہ بات کہنے میں تو آسان اور سادہ معلوم ہوتی ہے کہ کسی کلچر میں تصورِ خدا کیا ہے اس پر تحقیق کر لی جائے اور اس کی آسان ترکیب یہ سمجھ میں آتی ہے کہ لوگوں سے براہِ راست سوال کر کے ان کا تصورِ خدا معلوم کر لیا جائے مگر اس طرح جو معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ بہت سطحی اور بہت ناقص ہوتی ہیں۔ اگر سطح سے نیچے اتر کر ذرا گہرائی میں کسی کلچر میں کسی بھی تصور کا جائزہ لیا جائے تو اس سے حیرت انگیز انکشافات ہوتے ہیں جن کا سطح پر اندازہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ موجودہ دور میں کلچر کے مختلف پہلوؤں پر تحقیق ہوئی ہے مگر مختلف کلچر میں خدا کا کیا تصور رہا ہے اس پر تحقیق کا حق ادا نہیں کیا گیا ہے۔ اگر تصورِ خدا پر بھی عمیق تحقیق کی جائے تو بہت سے اہم انکشافات کے امکان ہیں۔ یہاں اس بات کا بھی دھیان رکھنا چاہیے کہ ہر کلچر میں بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کا شعور اس کلچر کے اندر رہنے والوں ہی کا ہوتا ہے۔ باہر کے لوگ ان کو نہ جانتے ہیں اور نہ ٹھیک طور سے سمجھتے ہیں اگر اس پہلو پر تحقیق کی جائے تو بعض اہم باتیں معلوم کی جا سکتی ہیں مگر ایک بات یہ بھی ہے کہ ہر کلچر میں بعض باتیں جس کا ایک مخصوص طرز یا pattern ہوتا ہے مگر اس طرز یا pattern کا شعور اور احساس اس کلچر کے ادیبوں کو خود نہیں ہوتا ہے۔ اس کا اندازہ صرف عمیق تحقیق ہی سے کیا جا سکتا ہے۔ Anthropologists جو دوسرے کلچر پر تحقیق کرتے اور sociologists جنھوں نے اپنی سوسائٹی کے مختلف کلچر پر تحقیق کی ہے انھوں نے کسی کلچر کے تصورات پر تحقیق کرنے کے مختلف طریقے ایجاد کیے ہیں جن سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے اور اپنے مقصد کے نئے طریقے بھی سوچے جا سکتے ہیں۔ اگر

مسلمانوں، ہندوؤں، سکھوں اور دوسرے مذاہب کے لوگوں کے تصور خدا پر عمیق تحقیق ان کے اپنے کلچر کے اعتبار سے کی جائے تو ان تصورات کی تائید اور تصدیق اور اصلاح و تنقید کا کام آسان ہو جائے گا۔

تحقیق نشو و نما کے اعتبار سے

اوپر کلچر کے اعتبار سے تحقیق پر تھوڑی سی روشنی ڈالی گئی ہے۔ تحقیق کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ نشو و نما کے اعتبار سے تحقیق کی جائے۔ یہ بات تو آسانی سے سمجھی جا سکتی ہے کہ ایک بچہ کا تصور وہ نہیں ہوتا جو ایک بالغ کا ہوتا ہے مگر ایک بالغ اور بچہ کے تصور خدا میں کتنا فرق ہوتا ہے اس کا اندازہ لوگوں کو نہیں ہے کیونکہ بچہ وہ الفاظ تو آسانی سے سیکھ لیتا اور دہرا دیتا ہے جو اس کے والدین اس کو سکھاتے ہیں یا جو وہ اپنی سوسائٹی سے اخذ کرتا ہے مگر ان الفاظ کے ساتھ جو مفہوم اور جو تصور ہوتا ہے اس کا اندازہ اسی وقت کیا جا سکتا ہے جب کہ سطح کے نیچے اتر کر اصل مفہوم اور معنی پر تحقیق کی جائے۔ اگر بچہ کے تصورات کا ذرا عمیق مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ وہاں ایک دنیا ہی دوسری ہوتی ہے جس سے نہ والدین واقف ہوتے ہیں اور نہ استاد حالانکہ بچوں سے روزمرہ ان کا سابقہ پیش آتا ہے۔

بچہ کے ذہن میں کیا تصورات ہیں ان پر تحقیق کے دو پہلو ہیں ایک پہلو تو یہ ہے کہ صحیح طور پر بچہ کے اپنے تصورات کا جائزہ لیا جائے اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس پر تحقیق کی جائے کہ بچہ ان تصورات کو کس طرح اخذ کرتا اور کس طرز پر ان کی تعمیر (construct) کرتا ہے اور کیا ذہنی حکمت عملی اختیار کرتا ہے۔ مغرب میں سائنس کی تعلیم کو خاص اہمیت دی جاتی ہے چنانچہ وہاں بچوں کے سائنسی تصورات (scientific concept) پر تحقیق کی جاتی ہے اور اس کو نصاب تعلیم اور طریق تعلیم بنانے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر بچوں کے ذہن میں اعداد (numbers) کا جو تصور ہوتا ہے اس پر عمیق تحقیق کی گئی ہے اور اس پر تحقیق کی گئی ہے کہ یہ تصورات بچے کس طرح اپنے ذہن میں قائم کرتے ہیں اور اس کے واسطے وہ کیا ذہنی حکمت عملی (cognitive stretegies) استعمال کرتے ہیں۔ اس تحقیق سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ محض بڑوں کے سکھانے اور پڑھانے سے بچے اعداد کا تصور نہیں سیکھتے بلکہ یہ ایک پیچیدہ عمل ہے۔ اس تحقیق کی روشنی میں نیا علم الریاضی (New Mathe-matics)

کا نصاب بنایا گیا ہے جو پرانے طرز کے نصاب میں ایک انقلاب کے برابر ہے۔ مغرب میں جتنی تحقیق بچوں کے سائنسی تصورات (children's scientific concepts) پر ہوئی ہے اس کے مقابلہ میں بچہ کے تصور خدا پر کچھ بھی نہیں ہوئی ہے۔ خدا پر تحقیق کی گئی ہے تو وہ قریب قریب صفر کے برابر ہے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے۔ ان کے معاشرہ اور ان کے نظام تعلیم میں سائنس کے مقابلہ میں خدا کے تصور کو کوئی اہمیت حاصل نہیں ہے مگر ہمارے نزدیک اسلامی نقطۂ نظر سے خدا کے تصور کو بنیادی اہمیت حاصل ہے لہٰذا ہمارے لیے یہ تحقیق کا ایک نہایت اہم موضوع ہے جس پر پوری توجہ کرنی چاہیے۔

بچے کے تصورات کے ساتھ بڑی عمر کے بچوں (adolescents) کے تصور خدا پر تحقیق کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ عمر کا یہ دور شاید زندگی کا اہم ترین دور ہے۔ اس زمانہ میں بچہ اپنے تصورات پر شعوری طور پر غور و فکر کرتا ہے۔ کچھ کو قبول کرتا اور کچھ کو رد کرتا ہے۔ یہ وہ نازک دور ہے جب کہ بچہ خدا کے شعور کے صحیح یا غلط اور قابل قبول یا قابل رد ہونے کا فیصلہ کرتا ہے۔ اگر بچے کے اس دور کے تصورات کو سمجھا جائے اور اس زمانہ میں اس کے صحیح تصورات کی تائید اور تصدیق اور غلط تصورات کی اصلاح پر توجہ کی جائے تو ایک نازک مرحلہ میں بچہ کی ایسی خدمت انجام دی جا سکتی ہے۔ جو اس کی پوری زندگی پر اثر انداز ہو سکتی ہے۔

یہاں اس بات کو خیال میں رکھنا چاہیے کہ بچے کے تصورات پر دو طرف سے اثر پڑتا ہے۔ ایک بیرونی اثر جو اس کے کلچر کے ماتحت ہوتا ہے اور دوسرا اثر جس کو باطنی کہا جا سکتا ہے اور جو کہ خود اپنے ذہنی نشو و نما کے ماتحت ہوتا ہے۔ بچے کے جو تصورات دور نشو و نما سے تعلق رکھتے ہیں ان پر خصوصیت کے ساتھ جنیوا کے ماہر نفسیات پی این جے (J. Piaget) اور اس کے ساتھیوں نے تحقیق کی ہے اور تحقیق کے جدید طریقے ایجاد کیے ہیں مگر اب پی این جے (Piaget) کی تحقیق کی خامیوں کی نشاندہی کی جا چکی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وقت آ گیا ہے کہ پی این جے (Piaget) سے آگے بڑھ کر تحقیق کی جائے۔ اب علم النفسیات (psychology) کے جدید طریقوں سے بچوں کے ان تصورات کے ساتھ ان کے تصور خدا پر بھی تحقیق کی جا سکتی ہے۔ جو لوگ بچہ کو اسلامی نقطۂ نظر سے خدا کے تصور کی تعلیم دینا چاہتے ہیں ان کا فرض ہے کہ اس طرف پوری توجہ کریں۔

تحقیق دین فطرت کے اعتبار سے

صحیح حدیث میں آتا ہے کہ بچہ فطرت کے اعتبار سے خدا کے دین پر پیدا ہوتا ہے مگر والدین اس کو یہودی یا عیسائی یا صابی بنا لیتے ہیں اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اسلام دین فطرت ہے اور خدا کا تصور وجدانی طور پر بچہ کی فطرت میں شامل ہوتا ہے۔ اس پہلو سے بچہ کے وجدانی تصور خدا پر کوئی تحقیق نہیں کی گئی ہے۔ اگر تحقیق سے یہ معلوم ہو جائے کہ بچہ کی فطرت میں خدا کا تصور کسی معنی میں موجود ہوتا ہے۔ تو پھر ان طریقوں پر بھی تحقیق کرنی چاہیے کہ کس طرح اس تصور خدا کو اجاگر کیا جا سکتا ہے اور کس طرح اس کو بگڑنے سے بچایا جا سکتا ہے۔ یہاں مناسب ہوگا کہ اس کا بھی ذکر کر دیا جائے کہ بچہ کی فطرت میں چند وجدانی تصورات ایسے ہیں جن پر کچھ معلومات حاصل کی جا چکی ہیں۔ مثال کے طور پر ایک بات یہ معلوم ہوئی ہے کہ بچہ کی فطرت میں مکان (space) کا تصور وجدانی طور پر اول وقت سے موجود ہوتا ہے مگر بچہ کے وجدانی تصور خدا پر کوئی تحقیق نہیں کی گئی ہے۔ اس کمی کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اسلامی نقطہ نظر سے تحقیق کے کام آغاز ابھی مشکل سے ہوا ہے لہٰذا ابھی کسی کو یہ خیال و گمان بھی نہیں ہوا کہ بچہ کے وجدانی تصور خدا پر کوئی تحقیق کی بھی جا سکتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس زاویہ سے تحقیق کرنا آسان نہیں ہے کیونکہ اس تحقیق سے بچہ کے ان تصورات کا جائزہ لینا ہوگا جو کہ ماحول وغیرہ کے اثر سے پاک ہوں۔ مشکل یہ ہے کہ بچہ کے جو تصورات تحقیق سے سامنے آتے ہیں ان میں ماحول اور نشو و نما دونوں کے اثرات ملے جلے ہوتے ہیں لہٰذا اس پہلو پر تحقیق کرنے سے پہلے کوئی ایسا طریقہ (Technique) تلاش کرنا چاہیے جس میں ماحول اور کلچر کے پیدا کردہ تصورات اور دور نشو و نما میں بدلتے ہوئے تصورات کو فطری اور وجدانی تصورات سے الگ کیا جا سکے۔ فی الحال ایسا کوئی طریقہ (Technique) دریافت نہیں کیا گیا ہے۔ اس کے دریافت کرنے کے لیے کوئی تحقیق بھی نہیں کی گئی ہے۔

یہاں پر یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ کسی تحقیق کرنے کا صحیح طریقہ یہ نہیں ہے جو کام سب سے مشکل ہے اس کو اپنے کام کا نقطۂ آغاز بنا لیا جائے۔ اس کے بجائے صحیح طریقہ یہ ہے کہ جو کام مقصد کے اعتبار سے ضروری ہے اور جس پر تحقیق کے طریقہ

معلوم ہیں یا تھوڑی محنت سے معلوم کیے جا سکتے ہیں پہلے ان پر توجہ کی جائے۔ ہمارے مقصد کے اعتبار سے تصور خدا کے متعلق ایک کام جو ضروری بھی ہے اور جس کے طریقے تلاش کیے جا سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ پہلے یہ دیکھا جائے کہ کسی کلچر میں مثال کے طور پر ہندوستان کے مسلم کلچر یا ہندو کلچر میں تصور خدا کیا ہے۔ یہ اس کام کا گو پہلا قدم ہے لیکن بہت سادہ اور آسان نہیں ہے۔ کلچر کے اعتبار سے تصور خدا پر عمیق تحقیق کی جائے تو توقع ہے کہ بہت سے اہم اور نئے انکشافات ہوں گے۔ اس کے بعد دوسرا قدم یہ ہے کہ یہ تحقیق کی جائے کہ یہ کس کلچر کا آدمی یہ تصورات کس طرح اخذ کرتا اور کس طرح ان کی تعمیر کرتا ہے۔ اور اس کے واسطے وہ کیا ذہنی حکمت عملی اختیار کرتا ہے۔ اس کے آگے کا قدم یہ ہے کہ یہ تحقیق کی جائے ان تصورات کا اس شخص کے جذبات اور اعمال سے کیا تعلق ہے۔ اسی طرح بچہ کے تصورات پر تحقیق کرنے کے لیے پہلا قدم یہ ہے کہ اس موضوع پر تحقیق کی جائے کہ ہندو یا مسلم کلچر کے تحت پرورش پانے والے بچہ کے تصورات خدا کے متعلق کیا ہیں اور ذہنی نشوونما کے ساتھ ان میں کیا تبدیلیاں ہوتی ہیں۔ یہ قدم اس کے بعد کا ہے کہ اس پر تحقیق کی جائے کہ یہ تصورات بچہ کس طرح اخذ کرتا اور کس طرح تعمیر کرتا ہے اور اس کے واسطے کیا ذہنی حکمت عملی اختیار کرتا ہے وغیرہ۔ امید ہے کہ جب اس طرح قدم بہ قدم تحقیق کا کام آگے بڑھے گا تو بعض مشکل اور پیچیدہ باتوں پر بھی تحقیق کرنے کی راہیں ہموار ہوتی جائیں گی۔

اوپر ہم نے تصور خدا پر تحقیق کو اپنا موضوع بنایا ہے لیکن جس طرح اس مضمون کے شروع میں اشارہ کیا جا چکا ہے کہ تصور رسالت اور تصور آخرت کے موضوعات بھی تحقیق کے اتنے ہی مستحق ہیں کیونکہ اسلام میں یہ سب تصورات آپس میں جڑے ہوئے ہیں اور چاہے تعلیم اور تربیت کا معاملہ یا دعوت اور تبلیغ کا ان سب تصورات کو لے کر ایک ساتھ ہی چلنا ہوگا۔

لائحہ عمل

یہاں ایک بات اور بھی ہے جو کہ ہے تو دیکھنے میں بہت سادہ لیکن ہے بہت ضروری۔ جب تک کہ اس کو اچھی طرح سمجھ نہیں لیا جائے کسی تحقیق سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ وہ یہ کہ تصور خدا تصور رسالت اور تصور آخرت پر تحقیق کا میدان اتنا وسیع ہے کہ ان تصورات میں کسی ایک

تصور پر بھی تحقیق کا حق تنہا کوئی ایک فرد ادا نہیں کر سکتا۔ دو چار سال کی انتھک محنت سے اگر اعداد و شمار (Data) جمع کیے جائیں اور معروضی طور پر کوئی ٹھوس تحقیق انجام دی جائے اور محض دل کو خوش کرنے والی لفاظی نہ ہو تو تحقیق کا کام کچھ آگے بڑھے گا مگر ان موضوعات پر کام کرنے کے لیے محض کوئی ایک فرد کافی نہیں ہے بلکہ اس کے واسطے پوری ایک جماعت (Team) کی ضرورت ہے جو جدید ذرائع اور وسائل سے بھی آراستہ ہو۔ مثلاً اگر ایک شخص بچوں کے تصور خدا پر تحقیق کر کے یہ معلومات فراہم کرتا ہے کہ بچوں میں تصور خدا کیا ہوتا ہے تو دوسری طرف ایسے لوگ بھی ہوں جو اس تحقیق سے فائدہ اٹھا کر اس کے مطابق بچوں کی تعلیم کا نصاب بنا سکیں اور تعلیم گاہ میں اس کو نافذ کر سکیں اور اسی طرح ایسے استاد بھی ہوں جو اس تحقیق کی بنا پر بنائے ہوئے اس نصاب کی اہمیت سمجھ کر اس کو درس اور تدریس میں باقاعدہ استعمال کریں۔ ایسی جماعت جو کہ اس طرح منظم طور پر کام کر سکے ظاہر ہے اسی وقت وجود میں آسکتی ہے جبکہ لوگوں میں تصور خدا وغیرہ پر تحقیق کی اہمیت کا شعور پیدا کیا جائے۔ اگر یہ شعور نہ ہوا اور کوئی خدا کا بندہ اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی جد و جہد سے کچھ کام کر بھی ڈالے تو اس سے خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوگا اور اس کا تحقیقی کام محض کسی کتب خانہ کی زینت بنا رہے گا۔

یہاں یہ بات بھی بیان کر دی جائے کہ آج کل تحقیق کا کام زیادہ طور پر مغرب میں انجام دیا جاتا ہے۔ مغرب کے معاشرہ میں جن موضوعات کو اہم سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً جوہری طبعیات (Nuclear Physics) یا اقتصادیات (Economics) یا نفسیات - Psychology) -میں جنسی مسائل ان مضامین پر تحقیق کرنے والے بھی بہت ہیں اور اس کے واسطے ذرائع اور وسائل کی بھی کمی نہیں ہے مگر اس کے برعکس جو مضامین اور موضوعات ان کے نزدیک اہم نہیں ہیں ان پر نہ وہاں کوئی کام کرنے والا ہے اور نہ اس کے واسطے وہاں کچھ وسائل مہیا کیے جا سکتے ہیں مثلاً تصور خدا ان کے نزدیک کوئی اہم موضوع نہیں ہے لہٰذا اور موضوعات کے مقابلہ میں اس پر تحقیق وہاں صفر کے برابر ہے اور رہے تصور رسالت اور تصور آخرت کے موضوعات تو ان پر کوئی کسی قسم کی تحقیق کی ہی نہیں گئی ہے۔

یہاں یہ بات بالکل عیاں ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے تصور خدا اور دوسرے تصورات پر تحقیق بہت ضروری ہے۔ اس کام کے لیے فطری طور پر ہماری نظر سب سے پہلے ہمارے تعلیمی اداروں (Universities) کی طرف جاتی ہے۔ لیکن ان تعلیمی اداروں (Universities)

کے حالات اور کارکردگی سب کو معلوم ہے۔ ان سے فی الحال یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ اسلامی تحقیقات کے میدان میں کوئی نمایاں کردار ادا کر سکیں گے البتہ یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ اس میں بعض ایسے باصلاحیت اور اولی العزم افراد نکل آئیں جو اپنی ذاتی صلاحیت اور ذاتی جدوجہد سے اسلامی طرز پر ٹھوس تحقیق کی خدمت انجام دے سکیں۔ بہر حال ایسے جو افراد بھی مل سکیں ان کو منظم کرنا چاہیے تاکہ وہ ایک جماعت کے طور پر کام کر سکیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان تعلیمی اداروں (Universities) میں طلباء کی علمی لیاقت اور تحقیقی رجحان کا معیار کچھ بھی ہو مگر ایسے باصلاحیت اور باعزم و باحوصلہ افراد ان میں بھی مل سکتے ہیں جن کی اگر رہنمائی کی جائے تو وہ اسلامی تحقیق میں حصہ لے سکتے ہیں اگر اس طرح کے اساتذہ اور طلباء کو منظم کر لیا جائے اور ان میں تصور خدا اور دوسرے تصورات، پر تحقیق کی اہمیت واضح کی جائے تو ایک اچھے کام کا آغاز ہو سکتا ہے۔ ہمارے ملک میں جو اسلامی تحقیقی ادارے قائم کیے گئے ہیں یہ ان کا فرض ہے کہ وہ اس کام کا آغاز کریں۔

ضروری اعلان

سہ ماہی تحقیقات اسلامی کے زر تعاون میں کئی سال سے کوئی اضافہ نہیں ہوا ہے۔ محکمہ ڈاک کی طرف سے رسائل اور اخبارات کو جو رعایت ملتی ہے، سہ ماہی ہونے کی وجہ سے وہ رعایت بھی اسے حاصل نہیں ہے۔ اِدھر کاغذ اور سامان طباعت گراں سے گراں تر ہوتا جا رہا ہے جس کی وجہ سے اس کی قیمت میں تھوڑا سا اضافہ ناگزیر ہو گیا ہے امید ہے اس کے قدر داں اس اضافہ کو بخوشی برداشت کریں گے اور اس کے ساتھ ان کا تعاون برابر جاری رہے گا پیش نظر شمارہ سے زر تعاون حسب ذیل ہوگا۔

فی شمارہ ھندوستان میں بارہ روپئے سالانہ زر تعاون ۴۵ روپئے

دیگر ممالک سے سالانہ ۲۰ ڈالر ——— مینجر